درہ خیبر

حفیظ جالندھری

تشریحات

شعر نمبر ۱:

نہ اس میں گھاس اگتی ہے، نہ اس میں پھول کھلتے ہیں
مگر اس سرزمین سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

تشریح:

حفیظ جالندھری نے اس نظم میں ایک تاریخی مقام درہ خیبر کا ذکر کیا ہے۔ درہ خیبر پاکستان کے اندر اور افغانستان کی سرحد سے متصل ہے۔ دنیا کو فتح کرنے والے بڑے بڑے فاتحین کو بھی یہاں سر جھکانا پڑا، جس کے لیے یہاں کے مقامی آفریدی قبائل کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جتنے حملے درہ خیبر پر ہوئے شاید ہی دنیا کی کسی اور شاہراہ پر ہوئے ہوں گے۔ دنیا کا یہ مشہور درہ خیبر پشاور سے تقریباً 11 میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ درہ تاریخی دروازے باب خیبر سے شروع ہوتا ہے۔ اس راستے کے دونوں طرف تقریباً ڈیڑھ ہزار فٹ اونچی پہاڑی چٹانیں ہیں، جو کہ ویران اور ناہموار ہیں اور ان کے بیچ ناقابل دریافت غار واقع ہیں۔ درہ خیبر جنگی لحاظ سے ایک ایسا قدرتی حصار ہے کہ اسے کسی جنگی ہتھیار کی مدد سے فتح نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ یہ ایک نہایت اہم تجارتی گزرگاہ بھی ہے۔

زیر تشریح شعر میں شاعر نے درہ خیبر کی منظر نگاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگرچہ یہ درہ ایک طویل پہاڑی سلسلے پر مشتمل ہے۔ یہ ایک ویران اور بنجر علاقہ ہے۔ یہاں گھاس اور پھول تک نہیں اگتے لیکن اس پہاڑی سلسلے کے پہاڑ اس قدر اونچے ہیں کہ گویا آسمان کو چھوتے دکھائی دیتے ہیں۔ درہ خیبر ایک اہم گزرگاہ ہے جہاں سے اہم تجارتی قافلے گزرتے ہیں۔ یہ ماضی میں بھی ایک مشہور تجارتی راستہ رہا ہے۔ یہ مشہور تجارتی گزرگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ پہاڑی سلسلے میں گھرا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے حکمرانوں نے اس پر قبضہ کرنا چاہا اور کئی حملے بھی کیے لیکن اس گزرگاہ کے گرد موجود مضبوط پہاڑی حصار کی وجہ سے وہ اسے فتح کرنے میں ناکام رہے۔

"آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں" سے دو چیزیں مراد لی جاسکتی ہیں۔ اس کے پہلے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ اس سے مراد اس کے اونچے پہاڑی سلسلے ہیں جو بظاہر آسمان کو چھوتے دکھائی دیتے ہیں۔ جبکہ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کئی طاقتور حکمران جنہوں نے اس دنیا کو فتح کیا وہ اس سرزمین پر آکر پسا ہوئے اور اسے فتح کرنے میں ناکام رہے۔

شعر نمبر ۲:

کڑکتی بجلیوں کی اس جگہ چھاتی دہلتی ہے
گھٹاؤ کر نکلتی ہے ہوا تھرا کے چلتی ہے

تشریح:

اس نظم میں شہر حفیظ جالندھری نے ایک تاریخی اہمیت کے حامل مقام درہ خیبر کا ذکر کیا ہے۔ زیر تشریح شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ درہ خیبر کا حفاقتی حصار یعنی پہاڑی سلسلے اس قدر اونچے اور طویل ہیں کہ کئی فاتحین نے اس پر بارہا حملہ کرنا چاہا مگر اس پہاڑی سلسلے کی وجہ سے ناکام رہے۔ طاقتور، مضبوط اور ناقابل شکست حکمران اس جگہ آکر پسپا ہوئے۔ یہاں کے آفریدی قبیلے کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ جنگ کے شوقین ہیں۔ لہذا آفریدیوں کے جنگی شوق، بہادری اور درہ خیبر کے مضبوط حفاقتی حصار کی وجہ سے دنیا کے بڑے بڑے فاتحین کو یہاں سر جھکانا پڑا۔

اس درہ کے دونوں طرف تقریباً ڈیڑھ ہزار فٹ اونچی چٹانیں ہیں۔ اس کا سب سے خطرناک حصہ تاریخی علی مسجد ہے۔ جہاں کڑکتی بجلیوں جیسے حکمران ہار مان گئے۔ یہاں آکر درہ اتنا تنگ ہو جاتا ہے کہ اس کی چوڑائی صرف چند میٹر تک رہ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہزاروں فوجیوں کے لیے یہ تنگ درہ موت کا فرشتہ ثابت ہوتا تھا اور ہر فوج یہاں آنے سے گھبراتی تھی۔ بالاخر یہ دشوار گزار اور تنگ راستے حملہ آور افواج کو زچ کر کے پسپا ہونے پر مجبور کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھانے کے لیے بھی دشمن افواج کو مقامی قبائل کی بات ماننا پڑتی تھی۔

تلاش گوشہ عزلت میں پھر رہا ہوں میں
یہاں پہاڑ کے دامن میں آچھپا ہوں میں

شعر نمبر ۳:

یہ ناہموار چٹیل سلسلے کالی چٹانوں کے
امانت دار ہیں گو پیرانی داستانوں کے

تشریح:

حفیظ جالندھری نے اس نظم میں ایک تاریخی مقام درہ خیبر کا ذکر کیا ہے۔ درہ خیبر پاکستان کے اندر اور افغانستان کی سرحد سے متصل ہے۔ دنیا کو فتح کرنے والے بڑے بڑے فاتحین کو بھی یہاں سر جھکانا پڑا، جس کے لیے یہاں کے مقامی آفریدی قبائل کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جتنے حملے درہ خیبر پر ہوئے شاید ہی دنیا کی کسی اور شاہراہ پر ہوئے ہوں گے۔ دنیا کا یہ مشہور درہ خیبر پشاور سے تقریباً 11 میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ درہ تاریخی دروازے باب خیبر سے شروع ہوتا ہے۔ اس راستے کے دونوں طرف تقریباً ڈیڑھ ہزار فٹ اونچی پہاڑی چٹانیں ہیں، جو کہ ویران اور ناہموار ہیں اور ان کے بیچ ناقابل دریافت غار واقع ہیں۔ درہ خیبر جنگی لحاظ سے ایک ایسا قدرتی حصار ہے کہ اسے کسی جنگی ہتھیار کی مدد سے فتح نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ یہ ایک نہایت اہم تجارتی گزرگاہ بھی ہے۔

زیر تشریح شعر میں شاعر حفیظ جالندھری کہتے ہیں کہ درہ خیبر کے طویل اور اونچے نیچے پہاڑی سلسلے پرانی کہانیوں کی یاد دلاتے ہیں۔ دراصل یہ علاقہ تاریخی اعتبار سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ یہ ایک اہم تجارتی گزرگاہ تھا۔ آریاؤں نے تقریباً چار ہزار سال پہلے اس راستے کو پار کیا تھا اور ہندوستان میں داخل ہو گئے تھے۔ منگول اور تاتاری بھی یہاں آئے۔ سلطان محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، ظہیر الدین بابر اور احمد شاہ ابدالی جیسے فاتحین بھی یہاں سے گزرے۔ مشہور جنگجو سکندر اعظم کو بھی یہاں پسپائی ہوئی۔ سکندر اعظم کی فوج ایران کو فتح کرنے کے بعد گندھارا ریاست پر حملہ آور ہوئی تو اسے اسی درہ خیبر پر سب سے زیادہ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کی وجہ سے سکندر اعظم کی فوج کو یہاں سے اپنا راستہ بدلنا پڑا۔ اس وجہ سے یہ درہ اہم تاریخی واقعات کی یاد دلاتا ہے۔

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ

شعر نمبر ۴:

یہی پلڈنڈیاں نیرنگ ہستی کی نظیریں ہیں

یہی تو قسمت اقوام کی خونی لکیریں ہیں

تشریح:

حفیظ جالندھری نے اس نظم میں ایک تاریخی اہمیت کے حامل مقام درہ خیبر کا ذکر کیا ہے۔ زیر تشریح شعر میں حفیظ جالندھری کہتے ہیں کہ درہ خیبر کے تنگ و تاریک راستے انسانی زندگی کے مختلف رنگوں کی بہترین مثالیں ہیں۔ درحقیقت دریائے خیبر ایک اہم تجارتی گزرگاہ تھی اور اب تک یہاں سے اہم تجارتی قافلے گزرتے رہے ہیں۔ تو یہ راستے ہمیں ماضی کے اہم واقعات کی یاد دلاتے ہیں کہ کس طرح مختلف تجارتی قافلے یہاں سے گزر کر ہندوستان جایا کرتے تھے۔ آریاؤں، منگولوں، تاتاریوں اور مسلمان فاتحین کو اس راستے کی اہمیت کی وجہ سے یہاں سے گزرنا پڑا۔ عظیم جنگجو سکندر اعظم کو یہاں پسپائی ہوئی۔ لوگ تجارت کی غرض سے یہاں سے گزرتے تھے کیونکہ یہ اہم گزرگاہ تھی۔ ماضی میں اسی راستے سے اونٹوں کے قافلے گزرا کرتے تھے لیکن اب ٹرینوں، لاریوں اور ٹرکوں کے ذریعے سے اہم تجارتی سامان یہاں سے لایا اور بھجوا یا جاتا ہے۔ جہاں ان تنگ راستوں پر ہمیں رونق اور رنگین زندگی نظر آتی ہے۔ وہیں ان تنگ و تاریک راستوں میں روٹھے کھڑے کر دینے والی داستاںیں بھی موجود ہیں۔ درہ خیبر میں موجود علی مسجد کا مقام اس قدر تنگ تھا کہ یہاں آکر حملہ آور افواج پسپائی پر مجبور ہو جاتی تھیں اور یہاں کے قبائلی لوگ ان افواج کی لاشیں بغیر شرائط و ضوابط کے واپس نہ کرتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ علاقہ خونی داستاؤں سے بھی بھرا ہوا ہے۔

شعر نمبر ۵:

یہ ذرے راہروں کی ہمتوں پر مسکراتے ہیں

زبان حال سے ماضی کے افسانے سناتے ہیں

تشریح:

اس نظم میں شاعر حفیظ جالندھری نے ایک تاریخی اہمیت کے حامل مقام درہ خیبر کا ذکر کیا ہے۔ زیر تشریح شعر میں حفیظ جالندھری درہ خیبر سے گزرنے والے تاجروں کو داد دے رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان ناہموار چٹیل چٹانوں سے گزرنے والے تجارتی قافلے باہمت اور طاقتور لوگوں پر مشتمل تھے۔ کیونکہ یہاں کاراستہ بے تحاشہ طویل اور تنگ و تاریک ہے؛ جو راگیروں کے لیے بے حد مشکلات پیدا کرتا ہے۔ لہذا خراج تحسین ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی مستقل مزاجی کی بدولت نہایت آسانی سے ان گزرگاہوں کو پار کر لیتے ہیں اور ہمت سے اپنی تجارت جاری رکھے ہوئے ہیں۔

دوسرے مصرعے میں شاعر کہتے ہیں کہ یہ راستہ ماضی کے بہت سے اہم واقعات کی یاد دلاتا ہے۔ آریاؤں، منگولوں، تاتاریوں، مسلمان فاتحین اور سکندر اعظم جیسے عظیم حکمران یہاں سے گزرے ہیں۔ مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ بہت سے طاقتور اور ناقابل شکست حکمرانوں کو یہاں پسپائی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لحاظ سے اس درے کی تاریخی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس شعر میں ان فوجوں کو بھی داد دی گئی ہے جو یہاں حملہ آور ہوئیں کیونکہ یہاں کی چٹیل کالی چٹانیں اس قدر تنگ و تاریک ہیں کہ ان میں داخلے کے لیے چیتے کا جگر چاہیے۔

ہے یاد مجھے نکتہ سلمان خوش آہنگ

دنیا نہیں مردان جفاکش کے لیے تنگ

چیتے کا جگر چاہیے، شاہیں کا تجسس

جی سکتے ہیں بے روشی دانش فرہنگ

یہ پتھر قافلے والوں کے ٹھکرائے ہوئے سے ہیں
کسی آتش قدم کی راہ میں آئے ہوئے سے ہیں

تشریح:

حفیظ جالندھری اس نظم میں ایک تاریخی اہمیت کے حامل مقام درہ خیبر کا ذکر کرتے ہیں۔ حفیظ جالندھری درہ خیبر کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ درہ خیبر کی چٹیل چٹانوں کے پتھروں کے اوپر سے لاتعداد قافلوں کا گزر ہوا کرتا تھا۔ اپنے وقت کی اہم تجارتی گزرگاہ ہونے کی وجہ سے اس پر سے کئی تجارتی قافلے بھی گزرے۔ اس کے علاوہ تیز رفتاری کے عالم میں کئی فوجیں یہاں حملہ آور ہوئیں اور یہاں کے پتھروں سے ٹکرائیں۔ دراصل درہ خیبر پر کئی جنگجوؤں نے حملہ کیا۔ سکندر اعظم کو اس درے پر پسپا ہونا پڑا۔ یہاں کا مشہور آفریدی قبیلہ جنگوں کا شوقین تھا۔ ان کو کچھ حمایت پہاڑی سلسلے کے حفاظتی حصار سے بھی حاصل ہوئی۔ جس کی وجہ سے کئی فاتحین کو یہاں مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ غرض یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر کسی جنگجو کو درہ خیبر پار کرنے کا جنون چڑھا تو اسے درہ خیبر کے سخت جان پتھروں پر چل کر اپنے عزم کی صداقت کو ثابت کرنا پڑا۔

انہی پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ
میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

شعر نمبر ۷:

لیے بیٹھی ہیں یہ ویرانیاں محشر کے ہنگامے
ہیں ان سنسائیوں میں دفن دنیا بھر کے ہنگامے

تشریح:

اس نظم میں شاعر حفیظ جالندھری ایک تاریخی اہمیت کے حامل مقام درہ خیبر کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ درہ خیبر کے ان چٹیل، ناہموار اور تنگ علاقوں میں کئی داستانیں پوشیدہ ہیں۔ یہاں بہت سی فوجیں حملہ آور ہوئیں۔ سکندر اعظم کو یہاں پسپائی ملی۔ اسی علاقے میں عظیم حکمرانوں کا غرور خاک میں ملا۔ اس کے علاوہ ظہیر الدین بابر نے جب ہندوستان فتح کرنے کی ٹھانی تو انہوں نے بھی خیبر کا راستہ ہی چنا لیکن آفریدی قبائل ان کے راستے کی دیوار بن گئے۔ بابر سمجھ گئے کہ طاقت کے بل بوتے پر وہ یہ درہ فتح نہ کر سکیں گے۔ اگر کوشش کی بھی تو یہ سخت غیر محفوظ ثابت ہوگا۔ چنانچہ 1519ء میں انہوں نے دوبارہ خیبر کو فتح کرنے کی ٹھانی۔ ان کو سخت لڑائی کے بعد صرف ایک دن علی مسجد میں ٹھہرنے کا موقع ملا۔ وہ جبرود تو پہنچ گئے لیکن پنجاب کی طرف نہ بڑھے کیونکہ ان کے دل میں آفریدی قبائل کا خوف موجود تھا کہ وہ ان کی راہ میں حائل ہو سکتے ہیں۔ لہذا شاعر کہتے ہیں کہ اگرچہ بظاہر یہ ایک سنسان اور خاموش علاقہ ہے مگر بہت سی تاریخی داستانوں کا شور اس علاقے کی خاموشی میں گونجتا ہوا سنائی دیتا ہے۔ انہی تاریخی واقعات کی وجہ سے یہ علاقہ بہت مشہور ہے۔

شعر نمبر ۸:

یہ بے آباد و دہشت ناک، وحشت خیز ویرانہ
ہے لاتعداد، شورا انگیز، تہذیبوں کا افسانہ

تشریح:

اس نظم میں حفیظ جالندھری درہ خیبر کی تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ زیر تشریح شعر میں وہ درہ خیبر کے بارے میں بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں سے بہت سی تہذیبوں کا گزر ہوا۔ آریاؤں نے 4 ہزار سال پہلے درہ خیبر کو پار کیا اور ہندوستان میں داخل ہوئے۔ منگول اور تاتاری بھی یہاں پر آئے۔ وہ تجارتی غرض سے اپنا ساز و سامان افغانستان لے کر آتے اس کے لیے وہ درہ خیبر کا راستہ اختیار کرتے جو کہ ایک نہایت خوفناک، وحشت ناک اور ڈرا دینے والا علاقہ تھا۔ یہاں سے بدھ مت کے آثار بھی نمودار ہوئے ہیں تاہم اپنے اعتقادات کی بدولت پختون ان مورتیوں کے خلاف تھے اور انہیں توڑ دیا کرتے تھے۔ اس طرح یہ ثابت ہوا کہ بہت سی تہذیبیں اس گزرگاہ سے گزری ہیں۔ حفیظ جالندھری نے بڑی خوبصورتی سے درہ خیبر کے علاقے پر روشنی ڈالی ہے ان کے کلام میں ایک نغمگی ہے۔

شعر نمبر ۹:

انہی دشواریوں سے آریوں کا کارواں گزرا
زمین ہند پر جاتا ہوا ایک آسماں گزرا

تشریح:

حفیظ جالندھری اس نظم میں ایک تاریخی اہمیت کے حامل مقام درہ خیبر کا ذکر کرتے ہیں۔ زیر تشریح شعر میں حفیظ جالندھری درہ خیبر کی گزرگاہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ درہ خیبر یہاں سے گزرنے والے ہر حملہ آور کے لیے ہمیشہ سے ایک مشکل خطہ رہا ہے۔ وہ اس گزرگاہ کی تاریخی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں سے آریوں کا بھی گزر ہوا اور حقیقت آریہ وہ قوم تھی جس نے یہاں کی مقامی آبادی کو اپنا محکوم بنالیا تھا۔ ہندومت کا آغاز اسی قوم کی یہاں موجودگی کے باعث ہوا۔ درہ خیبر کے ناہموار، چٹیل اور طویل راستوں سے اس قوم کا ذراعت کی غرض سے گزر ہوا۔ آریاؤں نے تقریباً چار ہزار سال پہلے درہ خیبر کے ذریعے اسے پار کیا؛ ہندوستان داخل ہوئے اور یہاں کی مقامی آبادی کو اپنا محکوم بنالیا۔ وہ طاقتور اور بہادر جنگجو تھے۔ جنہوں نے سرزمین جنوبی ہند پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کیا۔ ان کے رہن سہن، تہذیب، ادب، معاشرتی طور طریقوں، رسم و رواج اور مذہب نے ہندوؤں کے معاشرتی اصول و ضوابط قائم کیے۔ خاص کر آریاؤں کا بدھ مت مذہب بعد میں تبدیل ہو کر ہندومت کے آغاز کا سبب بنا۔ اس شعر میں شاعر یہ بیان کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ آریاؤں نے جب درہ خیبر کے ذریعے ہندوستان میں قدم رکھا تو یہاں ایک نئی تہذیب کی بنیاد ڈالی۔

شعر نمبر ۱۰:

یہ مٹی شان اسکندر کی ہے آئینہ دار اب تک
اسی آندھی کا باقی ہے یہاں گرد و غبار اب تک

تشریح:

اس نظم میں شاعر حفیظ جالندھری ایک تاریخی مقام درہ خیبر کی تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایران کو فتح کرنے کے بعد پختونوں کے صوبے گندھارا کا قبضہ کرنے والے سکندر اعظم کی فوجوں کو درہ خیبر پر مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں یہاں سے اپنا راستہ بدلنا پڑا تھا۔ لہذا شاعر کہتے ہیں کہ سکندر جیسے عظیم اور ناقابل شکست فاتحین بھی یہاں پسپائی کا شکار ہوئے۔ یہاں کے آفریدی قبائل جنگوں کے شوقین تھے۔ اور پھر یہاں کی چٹیل، کالی اور ناہموار چٹانیں ہر حملہ آور کو ہارمانے پر مجبور کرتی تھیں۔ سکندر اعظم جب اس گزرگاہ کو پار نہ کر سکا تو وہ پشاور میں بھی داخل نہ ہوا اور اس نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا یعنی سکندر جیسے عظیم اور

نا قابل شکست جنگجو کو درہ خیبر کے آگے اپنی شکست تسلیم کرنی پڑی اور اپنا سر جھکا نا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک ہر ایک پر اس جگہ کا رعب و دہد بہ قائم ہے کہ جب سکندر جیسا عظیم فاتح یہاں جھک گیا اور اس کی فوج اس پر قابو نہ پاسکی تو کوئی اور فوج اس پر کیسے قابض ہو سکتی ہے۔ زیر نظر شعر میں صنعت تبلیغ کا استعمال کیا گیا ہے اور سکندر اعظم کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

شعر نمبر ۱۱:

اسی تابش میں چمکی تھیں مسلمانوں کی شمشیریں
انہی فولادی دیواروں سے ٹکرائی تھی بکیریں

تشریح:

اس نظم میں حفیظ جالندھری نے درہ خیبر کے تاریخی مقام کی اہمیت بیان کی ہے۔ زیر نظر شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ چونکہ درہ خیبر ایک اہم تجارتی راستہ تھا۔ لہذا اہر حکمران اسے فتح کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان حاکمین نے بھی اسے پار کرنے کی کوشش کی اور کامیاب رہے۔ مسلمان اس لحاظ سے خوش قسمت رہے کہ وہ یہاں فتح حاصل کر سکے۔ محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور احمد شاہ ابدالی یہاں سے گزر کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئے۔ ان فاتحین کی بہادری اور دلیری آج تک یاد رکھی جاتی ہے۔ ہر شخص اس بات سے آشنا ہے کہ اگرچہ سکندر جیسے عظیم حکمران کو درہ خیبر سے ہارمانی پڑی لیکن محمود غزنوی نے سترہ بار ہندوستان پر حملہ کرنے کے لیے اسی جگہ کو پار کیا اور آخر کار سومنات کو فتح کیا۔ شاعر مسلمان فاتحین کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سخت پہاڑی سلسلوں کو پار کر کے انہوں نے تاریخ عالم میں مسلمانوں کا نام روشن کیا ان کی اس فتح کو دنیا بھر میں یاد رکھا جاتا ہے۔

میری شکست کا دعویٰ کبھی نہیں کرنا
ابھی پہاڑ کے پیچھے بھی ایک لشکر ہے

شعر نمبر ۱۲:

فلک نے اس زمین پر بارہا محمود کو دیکھا
بہادر غوریوں کے طالع مسعود کو دیکھا

تشریح:

اس نظم میں شاعر حفیظ جالندھری نے ایک تاریخی مقام درہ خیبر کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ زیر تشریح شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ محمود غزنوی نے کئی بار اس درے کو پار کیا۔ مورخین کے مطابق محمود غزنوی جو کہ ایک افغان حکمران تھے اور تاریخ اسلام میں بت شکن کے نام سے جانے جاتے ہیں؛ سترہ بار جنوبی ایشیا پر حملے کی غرض سے درہ خیبر سے گزرے اور ہندوستان پر حملہ کیا۔ محمود غزنوی نے پختونوں سے دشمنی مول لینے کے بجائے ان پر اعتماد کا اظہار کیا اور انہیں نہایت عزت و احترام سے متعارف کروایا۔ سومنات کی فتح بھی محمود غزنوی کے ہاتھوں ہوئی۔ ان اونچے اونچے دشوار گزار اور خشک پہاڑوں پر غوریوں کی قسمت بھی خوب چمکی۔ وہ بھی اس درے کو پار کرنے میں کامیاب ہوئے اور برصغیر پاک و ہند میں داخل ہوئے۔ شہاب الدین غوری کو اس عظیم کامیابی کی وجہ سے تاریخ میں آج تک خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ شاعر نے ان فاتحین کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ نہایت خوش قسمت ہیں کہ درہ خیبر جیسے ناقابل شکست مقام کو پار کر سکے کیونکہ دنیا کے بڑے بڑے فاتحین کو یہاں مزاحمت کا شکار ہونا پڑا۔ دراصل غوری افغان حکمران تھے جو درہ خیبر کے راستے ہندوستان میں داخل ہوئے اور بعد میں ہندوستان کے حاکم بنے۔

اڑی یہ خاک برسوں تک غبار کارواں ہو کر
فلک پر چھاگئی دلدوز آہوں کا دھواں ہو کر

تشریح:

اس نظم میں شاعر نے درہ خیبر کی تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ زیر تشریح شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ درہ خیبر پر ایک طویل عرصے تک حملوں اور جنگوں کا دور دورہ رہا۔ دراصل اس درے کی جغرافیائی اہمیت کی وجہ سے اس درے کو ہر حکمران نے فتح کرنے کی کوشش کی۔ اس لحاظ سے یہ گزرگاہ اکثر جنگوں کا شکار رہی اور یہاں بہت سے اندوہناک واقعات رونما ہوئے۔ بہت سے افراد یہاں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہوئے لاکھوں جان کی بازی ہار گئے اور بہت سی دل سوز داستانیں رقم ہوئیں۔ سکندر اعظم کی فوج کی پسپائی، بابر کا صرف ایک دن علی مسجد میں ٹھہرنا اور فوجوں کا جنگوں کی وجہ سے ختم ہو جانا یہاں پر رونما ہونے والے ہزاروں اہم واقعات میں سے چند ہیں۔ جنگوں کی وجہ سے یہاں بہت بربادی رہی۔ مورخین کے مطابق یہ درہ سب سے زیادہ حملوں کا شکار رہا ہے۔ یہاں کے مقامی لوگ اکثر تباہی کے دہانے پر ہی رہتے تھے۔ ان کے گھر تباہ و برباد ہو جاتے اور یہ در اور اس کے مکین اکثر بے چینی اور بے سکونی کے عالم میں مبتلا رہتے۔ یہاں مختلف جنگجوؤں اور طاقتور حکمرانوں کا حملہ آور ہونا ایک عام بات تھی۔ جو افراد یہاں پر دوران جنگ موت کا شکار ہو جاتے تو یہاں کے مقامی قبائل اپنی شرائط تسلیم کروائے بغیر ان کی لاشیں واپس نہ کرتے۔ الغرض درہ خیبر کے راستوں پر بہت سی جنگوں اور حملوں آوروں کے قدموں کی گرد جم چکی ہے۔ نیز یہ اکثر بہت سے اہم لوگوں کے زیر اثر رہنے کی وجہ سے بہت سے دلسوز واقعات کا امانت دار بھی ہے۔

شعر نمبر ۱۴:

اسے تیور نے روندا سے باہر نے ٹھکرایا
مگر اس خاک کی عالی وقاری میں نہ فرق آیا

تشریح:

حفیظ جالندھری اس نظم میں ایک تاریخی اہمیت کے حامل مقام درہ خیبر کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ درہ خیبر پر تیور حملہ آور ہوا اور ہندوستان پہنچا۔ مغلیہ سلطنت کا آغاز کرنے والا اس کا جہاد امجد تیور بھی درہ خیبر پر حملہ کرنے والوں میں شامل تھا۔ اس کے علاوہ بابر بھی درہ خیبر تک اپنی فوج لے کر آیا۔ لیکن یہاں کے آفریدی قبائل نے اس کو اپنا راستہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا کیونکہ یہ لوگ بابر کے سامنے لوہے کی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ اب بابر کو سمجھ آگئی کہ طاقت کے بل بوتے پر وہ یہ درہ عبور نہیں کر سکے گا۔ لہذا اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے بعد بابر دوبارہ 1519ء میں یہاں پر حملہ آور ہوا۔ اسے اس مقام پر سخت لڑائی کے بعد ایک دن علی مسجد میں وقت گزارنے کا موقع ملا۔ یوں بابر جہر و دیک تو پہنچ گیا لیکن اسے خیال آیا کہ اگر وہ پنجاب جا پاتے ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ واپسی پر قبائل ان کی راہ کی رکاوٹ بنیں۔ اس وجہ سے بابر نے درہ خیبر کے ذریعے ہندوستان میں داخلے کا خواب اپنے دل سے نکال دیا اور اپنا جنگی راستہ تبدیل کر لیا۔ شاعر کہتے ہیں کہ ایک حکمران اگر یہاں کامیاب ہو تو دوسرا ناکام لیکن اس جگہ کی شان و شوکت اور عظمت میں ذرا بھی کمی واقع نہ ہوئی۔ یہ جگہ آج بھی اپنی مثال آپ ہے۔ شاعر نے اس درے کی اہمیت بیان کی ہے کہ اس درے پر بہت سے حملے کیے گئے اس پر تباہی اور بربادی کا دور بھی آیا لیکن یہاں کی اہمیت اور افادیت میں ذرا بھی کمی واقع نہ ہوئی کیونکہ یہ بہت سی قوموں، تہذیبوں اور مذاہب کی آماجگاہ اور ایک اہم تجارتی گزرگاہ ہے۔ اسی اہمیت کی بنا پر بہت سے حاکمین اس کو فتح کرنا چاہتے تھے۔ الغرض شاعر نے درہ خیبر کی اہمیت کو نہایت خوب صورت انداز میں اس شعر میں قلم بند کیا ہے۔

یہاں سے بارہا گزرے اٹالے بارگاہوں کے
قدم چومے ہیں اس مٹی نے اکثر بادشاہوں کے

تشریح:

حفیظ جالندھری نے اس نظم میں ایک تاریخی مقام درہ خیبر کا ذکر کیا ہے۔ درہ خیبر پاکستان کے اندر اور افغانستان کی سرحد سے متصل ہے۔ دنیا کو فتح کرنے والے بڑے بڑے فاتحین کو بھی یہاں سر جھکانا پڑا، جس کے لیے یہاں کے مقامی آفریدی قبائل کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جتنے حملے درہ خیبر پر ہوئے شاید ہی دنیا کی کسی اور شاہراہ پر ہوئے ہوں گے۔ دنیا کا یہ مشہور درہ خیبر پشاور سے تقریباً 11 میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ درہ تاریخی دروازے باب خیبر سے شروع ہوتا ہے۔ اس راستے کے دونوں طرف تقریباً بیڑھ ہزار فٹ اونچی پہاڑی چٹانیں ہیں، جو کہ ویران اور ناہموار ہیں اور ان کے قحطی ناکا بل دریاقت غار واقع ہیں۔ درہ خیبر جنگی لحاظ سے ایک ایسا قدرتی حصار ہے کہ اسے کسی جنگی ہتھیار کی مدد سے فتح نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ یہ ایک نہایت اہم تجارتی گزرگاہ بھی ہے۔

زیر تشریح شعر میں شاعر نے درہ خیبر کے بارے میں بتایا ہے کہ یہاں سے بہت سے جلوسوں اور قافلوں کا گزر ہوا۔ بہت سی قومیں اور تہذیبیں یہاں سے گزری ہیں۔ تجارت کی غرض سے بھی بہت سے قافلوں کا گزر یہاں سے ہوا کرتا تھا۔ حملے کے مقصد سے بھی فوجیں یہاں کا راستہ اختیار کیا کرتی تھیں۔ آریاؤں نے تقریباً چار ہزار سال پہلے اس سرزمین کو پار کیا اور ہندوستان میں داخل ہوئے۔ شاعر کہتے ہیں کہ یہاں سے بہت سے حکمرانوں، بادشاہوں اور جنگجو ہوں کا بھی گزر ہوا۔ منگول، تاتار اور مسلمان فاتحین یہاں آئے۔ بابر، احمد شاہ ابدالی اور شہاب الدین غوری جیسے فاتحین بھی یہاں سے گزرے۔ محمود غزنوی نے سترہ بار جنوبی ایشیا پر حملے کی غرض سے درہ خیبر کو پار کیا۔ سکندر اعظم کو یہاں پسپائی ہوئی اور اس نے یہاں سے اپنا راستہ تبدیل کیا۔ الغرض شاعر یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ درہ خیبر کی سرزمین سے عظیم بادشاہوں، حکمرانوں اور فاتحین کا گزر ہوا ہے۔ اس لحاظ سے اس درے کی تاریخی اہمیت قابل رشک ہے۔

شعر نمبر ۱۶:

کہاں اب وہ شکوہ نادری اقبال ابدالی
لیا کرتے تھے جن سے سخت پتھر دروس پامالی

تشریح:

اس نظم میں شاعر حفیظ جالندھری نے ایک تاریخی مقام درہ خیبر کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ زیر تشریح شعر میں شاعر حفیظ جالندھری نے صنعت تلمیح کا استعمال کیا ہے۔ "شکوہ نادری" اور "اقبال ابدالی" وہ تراکیب ہیں جو تلمیح کے طور پر استعمال ہوئی ہیں۔ دراصل یہ تلمیحات ایک تاریخی واقعے کی نشاندہی کرتی ہے۔ نادر شاہ کا عروج اس وقت اچانک زوال میں تبدیل ہو گیا جب اس کے اپنے محافظوں نے چھپ کر اسے قتل کر دیا تاکہ احمد شاہ ابدالی نادر شاہ کی حفاظت کے لیے نہ آسکے۔ دراصل احمد شاہ ابدالی، نادر شاہ کا بہت ہی وفادار اور ایماندار سپہ سالار تھا۔ شاعر نے "شکوہ نادری" کی ترکیب اس لیے استعمال کی کہ نادر شاہ ایک عظیم بادشاہ تھا۔ جس کی شان و شوکت اور جاہ و جلال دیکھنے والی نگاہوں کو خیرہ کر دیتا تھا۔ نادر شاہ کے پاس احمد شاہ ابدالی جیسا قابل بھروسہ سالار بھی موجود تھا لیکن افسوس کہ جب اس کا قتل ہوا جو کہ ان کے اپنے محافظوں نے کیا تھا تو اس وقت احمد شاہ ابدالی نادر شاہ کو نہ بچا سکا۔ جب بعد میں احمد شاہ ابدالی انہیں بچانے نکلا تو ان کو صرف نادر شاہ کا اکڑا ہوا جسم ملا۔ شاعر کہتے ہیں کہ نادر شاہ کو افسوس رہے گا کہ انکی شان و شوکت، جاہ و جلال اور ان کا اپنا وفادار محافظ ہی ان کو نہ بچا سکا کیونکہ ان کی قسمت میں بربادی لکھی گئی تھی۔ نادر شاہ کی

وفات کے بعد تخت احمد شاہ ابدالی کو سونپا گیا تو "اقبال ابدالی" سے مراد احمد شاہ ابدالی کو تاج ملنا ہے۔ احمد شاہ ابدالی نے مغل سلطنت پر سات حملے کیے اور تقریباً 40 ہزار افواج کے ساتھ درہ خیبر عبور کیا اس طرح ابدالیوں کو یہاں عروج حاصل ہوا۔ آج نادر شاہ کی شان و شوکت اور احمد شاہ ابدالی کی فتوحات وقت کی دھول میں کہیں کھو چکی ہیں۔ لیکن شاعر کے مطابق اب بھی ان واقعات سے بہت سے طاقتور حکمرانوں کو سبق حاصل ہوتا ہے کہ جب بربادی اور تباہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی طاقتور ترین شخص کے بھی مقدر میں لکھ دی جائے تو اس کے بہترین محافظ بھی اسے بچا نہیں سکتا۔

شب بھر جو تیرگی سے لڑا تھا پس فلک

آیا فاق پہ لوٹ کر ہو کر لہو لہو

لہذا ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس دنیا میں موجود کوئی بھی شخص ہمیشہ ایک سے حالات میں نہیں رہتا طاقتور سے طاقتور ترین شخص کا بھی کہ عروج کو

بھی ایک نہ ایک دن زوال پذیر ہونا ہی پڑتا ہے۔

شعر نمبر ۱۷:

یہ ہے وہ خارزار اس میں ہزاروں آبلے پھوٹے

نہیں ٹوٹے مگر یہ سنگ دل کانٹے نہیں ٹوٹے

تشریح:

حفیظ جالندھری نے اس نظم میں ایک تاریخی اہمیت کے حامل مقام درہ خیبر کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ زیر تشریح شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ درہ خیبر وہ عظیم مقام ہے جس مقام پر سخت پتھر جیسے حکمرانوں کو بھی اپنی ہار تسلیم کرنی پڑی۔ یہاں سخت پتھر جیسے حکمرانوں سے مراد سکندر اعظم بھی ہو سکتا ہے، جسے اپنی ناکامی تسلیم کرتے ہوئے یہاں سے ناکام و نامراد واپس پلٹنا پڑا تھا نیز اس سے باہر کو بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ جسے بہت طویل کوشش کے بعد صرف ایک دن علی مسجد میں قیام کا موقع ملا تھا۔ الغرض یہاں بہت سے حکمران پہنچے لیکن آخر کار انہیں پسپا ہونا پڑا اور وہ اس چٹیل، ناہموار، خشک اور سنسان جگہ کے سامنے گٹھنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے۔ یہاں پر بہت سے لوگ بربادی اور تباہی کا شکار ہوئے کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جہاں دنیا کے سب سے زیادہ حملے ہوئے لیکن شاعر کے مطابق اس سب کے باوجود یہاں کے سخت جان قبائل کبھی بھی حملہ آوروں سے ہار ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ اسی وجہ سے یہاں کے آفریدی قبائل کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے کہ ان کے سامنے بہت سے طاقتور حکمران حملہ آور بن کر آئے تھے لیکن یہ ان سب کے سامنے اپنے دفاع کی خاطر فولادی دیوار بن جاتے تھے اور اپنی جانوں کی پرداہ کیے بغیر وطن کی سلامتی کے لیے لڑتے تھے۔ یہاں کی خشک سالی اور چٹیل چٹانوں سے یہاں بسنے والے قبائل نے کبھی ہار نہیں مانی اور وہ کبھی بھی اسے چھوڑ کر نہ گئے اور یہیں کے مکین رہے۔ یہاں پر رہنے والے لوگ آج بھی اسی طرح اپنے دفاع کی خاطر پر عزم ہیں اور ایک پر امن زندگی گزار رہے ہیں۔